شذرات

سورۃ الفتح : انا فتحنا لك ، الآیۃ یہ ایسی سورۃ ہے کہ حدیبیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی اس کا قصہ معروف ہے اور اسی صلح کو فتح کہا گیا ہے اس صلح کو حاصل کرنے میں مختلف حالات میں جمع ہوئے ہیں ۔

۱۔ فتح کی بنا جماعت حقہ کی تنظیم پر حاصل ہوتی ہے ۔ چھوٹا اجتماع صغیر تام نظام کو جمع کرتا ہے جس سے حق کی اقامت اور انسانیت سے رفع ظلم کا ہوتا ہے انسانیت ظلم سے مبتلی ہوتی ہے کچھ لوگ ظالم اور کچھ لوگ مظلوم ہوتے ہیں اس حالت میں یہ نظام قوی غالب ہوتا ہے باطل نظام پر۔

عام لوگ یہ جانتے ہیں کہ فتح نام ہے ایک قوم کے غلبہ کا دوسری قوم پر اور ایک حزب کا دوسرے حزب پر لیکن بصیر تمند انسان یہ جانتا ہے کہ بعض اوقات غلبہ حاصل ہوتا ہے ۔ اتفاقیہ طور پر وہ کسی نظریات جدیدہ کے لیے ارتقاء کا باعث نہیں ہوتا ۔ بے شک نظام قوی جو مصلحت کا مطیع ہوتا ہے وہ کہیں بھی ہو مصلحت میں رعایت مصلحت کی پرواہ نہیں رکھتا کہ شہرت اس کے لیے ہے یا اس کے غیر کے لیے ہے جب کوئی استاذ جہان میں نظریہ جدید کی تشکیل کے لیے اٹھتا ہے تو اگر وہ اپنی تعلیم و تربیت میں اس جیسے نظام کی تکمیل پر قادر ہوتا ہے تو وہ غالب ہوتا ہے اس کامیابی کی نسبت ایک قوم کی دوسری قوم پر یا ایک حزب کا دوسرے حزب پر غلبہ کے کوئی معنی نہیں ہیں اس کے بعد ہی انقلاب عالم میں کامل ہوتا ہے ۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول : ویتم نعمتہ علیك ۔ انقلاب کی روح یہ تنظیم ہے فقط ۔ لیکن اس کے بعد عارضی چیزیں ہیں جو نظام سے منضم ہوتی ہیں ۔ پھر جب حقیقت عارضی ہوتی ہے اور تیری نظر نے حواشی کی طرف تجاوز نہیں کیا تو تو کامیاب ہوا ۔ یہ ہے ویهدیك صراطا مستقیما ۔ جب نظام اصلی تمام قواعد پر تام ہوتا ہے تو اس کو اس کو انسانی فطرت تقاضا کرتی ہے اور انسان کی عالی عقلیت اس کا احترام کرتی ہے تو اقوام کے جمیع اہل عقول صالحہ اس سے مل جاتے ہیں یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول : وینصرك اللہ نصرًا

عزیزا۔ یہ نظام جس کا ہم نے ذکر کیا یہ آیت ۱۰ میں مذکور ہے پھر (۱۸) (۱۹) اور (۲۰) تک اس نظام کے بعد وہ مصلحت کی اطاعت پر راضی ہو گئے جس کو اہل مکہ کی حالت نے تقاضا کیا تھا۔

اس مصلحت کا اتباع نفوس پر بہت مشکل ہے اس نظام قوی کے وجود میں لیکن انھوں نے اطاعت کی اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں: ھوالذی انزل السکینۃ۔ اب اس حادثہ کی تلخیص کی جاتی ہے۔

مسلمان اقوی نظام پر تھے اور مکہ کے قریب پہنچے۔ مکہ کے لوگ ضعف میں تھے ان کو مقابلے کی قوت نہ تھی، لیکن انھوں نے صلح کا ارادہ کیا تھا ان کی حالت ضعیفہ جس حد کا تقاضا کرتی تھی اس سے وہ تجاوز کر چکے تھے اور حد سے گذر گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی ہو گئے اور مسلمانوں نے آپ کی اس لیے اطاعت کی کہ فقط نظام قوی تھا۔ اس میں مصلحت کے فہم کا مسئلہ نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سب کو تسلیم کیا تھا جس کا انھوں نے تقاضا کیا تھا۔ اور ظاہر میں مسلمانوں کی اس میں خواری تھی۔ یہ صلح اس صورت میں آخر ایام دہر تک اسلام کے مفاد میں سے تھا۔ اور وہ فوائد جو اس صلح پر مرتب تھے لوگوں کا اندازہ یہ تھا کہ نظام اسلامی کی مصلحتوں کو وہ سمجھ لیں جو ظالموں کی عبادت کے بعد وہ مقہور تھے۔ ان سے لڑنا انقلاب کے مقاصد میں سے ابدًا نہ تھا لیکن ان کو تفکر میں کوئی آزادی نہ تھی کیوں کہ ظالموں کو ان پر غلبہ تھا۔ جب مکہ والوں کی قوت کمزور ہو گئی ان کے صنادید لڑائیوں میں فنا ہو گئے تھے۔ اجتماع عمومی میں منافع اسلام میں استعداد تھا لیکن ان کو وقت نہ ملا اور ان کو مطالعہ کے لیے تسہیل پیدا نہ ہوئی اور اس صلح کے بعد لوگ مسلمانوں سے مل گئے اور مستقبل میں تفکر پر قادر ہو گئے۔ پھر اگر اس مصلحت کی رعایت نہ کی جاتی تو اسلام کے لیے مستقبل میں ایسی قوم حاصل نہ ہوتی جو ہدم کے بعد قوم کی تعمیر کے لیے تعمیر کر سکے اور جب مکہ کی اجتماعیت ہلاکت سے سالم رہ گئی یہ اجتماعیت ایسی تھی کہ اجتماعیت جدیدہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ایسی قوم اسلام کے لیے ایسی قوم مستقبل میں حاصل ہوتی جو ہدم کے بعد تعمیر کر سکتی اسی قسم کی تجدیدات اصحاب مرکز سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن اہل قری اور بوادر والے تعمیر جدید پر قادر نہیں ہو سکتے۔

دوسرا فائدہ: وہ انقلاب جس کو اسلام لے آئے اس میں ہجوم اور دفاع تھا۔ دفاع کے لیے جو لڑائی ہوئی ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن لڑائی میں جہاں ہجوم ہوتا ہے اس میں ہجوم کرنے

والوں پر اکثر مسئولیت ہوتی ہے. خاص طور پر جب انقلاب کسی امر ربانی کے ماتحت ہوتا ہے اور ادنیٰ قصور جو لوگوں کو اس کے سبب سے مال یا عزت میں ایذا پہنچا ہے اس کی مکافات واجب ہوتی ہے پس مصلحت کی طرف تنزل میں باوجود اس کے کہ اس کے ہاتھ میں قوت رہتی ہے اور مخالفوں کے ضعف کا علم ہر نقصان کا جبر کرتا ہے جو مسلمانوں سے واقع ہوا ہو ہجوم کے لیے اس سے زیادہ کوئی موضع احسن نہ تھا لیکن جب انھوں نے اس سے نزدل کیا تو لوگوں کو آخر دہر تک یہ نزدل ہوا کہ اسلام کا مبنیٰ ہجوم اور غنائم کی تحصیل کے لیے نہیں تھا۔ اور اپنے نفسوں کو فاتحین بنانا نہ تھا. تو اس الزام کا اسلام سے دفع کرنا اسلام کے ظہور سے دنیا میں اسلام کو جمیع ادیان سے اقوی بنا دیا اس کے بعد کوئی ایک ان کو اسلام کی طرف منسوب نہیں کرتا تھا۔ اور اسلام کو قابل تنقید بناتا۔

ہم جانتے ہیں کہ محمود غزنوی نے جب ہند پر حملہ کیا تھا تو اس کے لشکر میں بہت سے اغلاط تھے جن پر منصف ان پر مواخذہ کر سکتا تھا لیکن کوئی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ ان میں کسی ایک غلطی کو اسلام کی طرف نسبت کرے۔ یہ ایسے اغلاط تھے کہ ان کی نسبت مسئولیت ان قوا پر کی جاتی تھی جنھوں نے یہ کام کیے تھے۔ پھر بہت سے فاتحین محمود غزنوی کی طرح ان کی تشدید مفتوحین پر نہیں کی پھر سب اس کو اسلام کا قانون بنانے کی تعریف کرتے تھے۔ اس کی صلاحیت صلاح الدین کی رعیت کی طرف راجع نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ وہ فاتح، بہادر، اور غیور تھے اس کے بعد وہ کیسے نرمی کرتے تھے بعد اس کے وہ دیکھتے کہ دشمنوں نے تجاوز کیا ہے اس کی رعایا پر اور اس کے لشکر پر بعد اس کے کہ اس کا تاثیر مستقبل اسلام میں دیکھتے اس کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنی سمجھ سکتے: انا فتحنا لک فتحا مبینا الآیۃ ان حالات تاریخیہ کے ملاحظہ کے بعد اور ہجوم اور دفاع کے فرق کے ملاحظہ کے بعد کوئی ایک قادر نہیں ہو سکتا تھا کہ "ذنبک" کا معنی سمجھے اور نہ قول اللہ کے ما تقدم وما تأخر کے معنی سمجھتے کیوں کہ یہ انقلاب جس کا نام اسلام ہے اس کے تمام منافع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یہ وہ ہے جس کو علماء اسلام نے جمیع قوی علمیہ سے بیان کیا ہے وہ مناقب جو مسلمانوں کو حاصل ہوئے ہیں آخر ایام دہر تک ان سب کی اپنے کمال عقیدہ اور نزاہت افکار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نسبت کرتے تھے